© rasailojaraid.com

کتاب نما

تاریخ اسلام اور مسلمانوں کی نشاتِ ثانیہ، پروفیسر انور رومان۔ ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔ صفحات: ۲۳۰۔ قیمت: ۹۰ روپے۔

مسلمانوں کی نشاتِ ثانیہ دورِ حاضر میں ملتِ اسلامیہ کا غالباً سب سے بڑا مسئلہ ہے اور اہم موضوع بھی۔ پروفیسر انور رومان نے اپنے وسیع مطالعے کے پس منظر میں اور بڑی دردمندی کے ساتھ اسی مسئلے پر کلام کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلم ممالک کے ظاہری حالات حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ ۸۰ فی صد سے زیادہ آبادی "حال مست اور مال مست" ہے۔ صرف ۱۵، ۱۶ فی صد قصباتی اور متوسط آبادی، خواندہ، باشعور، روشن خیال اور متحرک ہے۔ اکثر و بیشتر مسلم حکمران، عالمی استعماری طاقتوں کے "طفیلی سیارے" ہیں یا ان کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ اس صورت میں مسلم نشاتِ ثانیہ ایک گریز پا خواب معلوم ہوتا ہے۔

مصنف نے تاریخ کے اوراق الٹ کر ملتِ اسلامیہ کی موجودہ صورتِ حال یا اسبابِ زوالِ امت کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے۔ خلفاے راشدین کے نظم و حکومت اور پھر دورِ ملوکیت کے بعض اہم حکمرانوں کے مختلف اقدامات کا تجزیہ کیا ہے۔ (اسے وہ خلافت ملوکیہ کہتے ہیں کیونکہ یہ نام کی خلافت تھی مگر فی الحقیقت ملوکیت تھی)۔ پروفیسر انور رومان نے بڑی صاف گوئی سے کچھ سوالات اٹھائے ہیں۔ وہ ان لوگوں سے متفق نہیں ہیں جو مسلم اکابر کی بشری کمزوریوں کا ذکر کرنا بھی روا نہیں سمجھتے۔ بلکہ مصنف اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمانوں پر چھائی ہوئی مسکنت کے اسباب تلاش کرنا ضروری ہیں اور اس ضمن میں غلط فہمی، خوش فہمی اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے، جائز اور متوازن تنقید میں کوئی حرج نہیں، مگر اس کا مطلب سب و شتم یا تبرابازی بھی نہیں۔ مصنف نے اموی، عباسی اور دیگر ملوکیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے خصوصاً حضرات معاویہؓ، عقبہ بن نافعؓ، ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کے مثبت کارناموں اور ساتھ ہی ان کے کمزور یا منفی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مصنف کے بقول "تاریخ کو ہمیشہ دونوں کھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے اور میزانِ عقل اور میزانِ عدل دونوں پر تولنا چاہیے" (ص ۵۷)۔ خود مصنف نے یہی طرزِ عمل اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ان کا تجزیہ چشم کشا ہے۔ مسلم تاریخ کے بعض پہلو عبرت آموز ہیں اور بعض تاریخ عالم کے زریں اوراق۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک حصے میں مصنف نے بتایا ہے کہ یہ ایمان اور قرآن تھا جو ملایشیا اور انڈونیشیا کے علاقے میں اسلام کی روشنی پھیلنے کا سبب بنا۔ "اسلام کی قوت نامیہ" کے اسباب یہ تھے: اسلامی عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، علم و فضل، خواندگی، تعلیم عامہ، اسلامی معاشرہ اور حکومت اسلامیہ۔ ایک باب میں تصوف پر بھی بحث کی ہے مگر توازن کے ساتھ۔ کہتے ہیں: "مسلمانوں نے شاید تصوف کے زیر اثر وجدانیات کو جتنی مضبوطی سے پکڑا، عقلیات و شعوریات سے وہ اتنا ہی گریزاں و لرزاں رہے" (ص ۱۱۹)۔ باب ہفتم (مسلمانوں کے زوال کے اسباب) ساری بحث کا حاصل ہے۔ وہ کہتے ہیں: کچھ اسباب و علل (دھندلے ہونے کے باوجود) مسلمانوں کی نشات ثانیہ کا پتا دے رہے ہیں کیونکہ اُن کی نظریاتی اساس بہت مضبوط ہے۔ علم و فن اور حکمت و دانش کے پہلو پر بھی خاص توجہ دینی ہوگی۔ معاشرے کو حقیقی معنوں میں اسلامی بنانا ہوگا۔ پھر نظم حکومت کو صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں پر استوار کرنا ہو گا۔ مصنف نے "مجلس اقوام اسلامیہ" کا تصور پیش کیا ہے جس کا مرکز مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ ہو۔ کہتے ہیں: یہ بات باعث اطمینان ہے کہ حکومت سعودیہ ملوکیت ہونے کے باوجود خادم حرمین شریفین کا فریضہ بہ احسن طریق انجام دے رہی ہے (ص ۲۱۱)۔ مگر، ان کے خیال میں، بین الاقوامی منظرنامے میں مسلمانوں کا کمزور ترین پہلو غالباً ان کے حکمران ہیں: شخصی اور موروثی، عموماً بے ذوق، بے حس اور اقتدار مست۔ فوجی حکمران امتداد اقتدار کے متعلق سوچتے ہیں اور نام نہاد جمہوری حکمران بس اپنی کرسی بچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ان سب کو نہ تو قومی اور عوامی مسائل کا ادراک ہے نہ تردد۔ وہ کسی نہ کسی عالمی سپرطاقت کی جیب میں ہیں اور ان کی خواہشات کے غلام ہیں (ص ۱۵۹)۔

پروفیسر انور رومان رجائیت پسند ہیں۔ مسلمانوں کا مجموعی بین الاقوامی منظرنامہ حوصلہ افزا نہیں ہے مگر مصنف متوسط طبقے سے پُرامید ہیں، جن کے ہاں ماضی کی جان دار روایات اب بھی زندہ ہیں اور یہ کسی تابناک مستقبل کی نقش گری کی بنیاد بن سکتی ہیں۔ جمال الدین افغانی، علامہ اقبال، مولانا مودودی، مولانا محمد الیاس اور ان جیسے بہت سے مشاہیر اسلامی ممالک میں اصلاح امت اور نشات ثانیہ کے لیے سرگرم عمل رہے ہیں۔ ان کے خیال میں ملوکیت کی آکاس بیل سے چھٹکارا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی رجوع الی اللہ ناگزیر ہے۔ وہ کہتے ہیں: ارجعوا الی القرآن، ارجعوا الی محمد (قرآن کی طرف لوٹ جاؤ، محمدؐ کی طرف لوٹ جاؤ) میں ہی نشات ثانیہ مل سکتی ہے، ملے گی، ضرور ملے گی (ص ۱۸۰)۔

ہمارے خیال میں پروفیسر انور رومان نے مسلم نشات ثانیہ کے مسئلے کو بڑی خوبی، عمدگی اور توازن کے ساتھ سمجھا اور سمجھایا ہے۔ ان کا تجزیاتی انداز عالمانہ اور دردمندانہ ہے۔ اس اعتبار سے اس کتاب کی وسیع اشاعت مفید رہے گی، اگر انگریزی، عربی اور دیگر زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو سکے تو بہت اچھا ہے (رفیع الدین ہاشمی)۔

© rasailojaraid.com